زنا بالرضا اور زنا بالجبر کا فرق

[از قلم: محمد تنزیل الصدیقی الحسینی]

زنا بالرضا اور زنا بالجبر باعتبارِ کیفیت ونتائج دو مختلف جرم ہیں۔ لہٰذا لازم ہے کہ قانون ان دونوں جرائم میں فرق کرے۔ شواہد ودلائل کے اعتبار سے بھی اور زجر وتوبیخ کے اعتبار سے بھی۔

زنا بالرضا میں دونوں فریق مستحق سزا ہونگے۔ اگر زانی شادی شدہ (محصن / محصنہ) ہے تو وہ سنگسار کیا جائے گا اور اگر غیر محصن ہے تو سورۂ نور کی آیت نمبر۲ کے تحت سو کوڑوں کا مستحق قرار پائے گا۔

اس کے برعکس زنا بالجبر میں مجبور پر کوئی حد نہیں۔ ''سنن ترمذی'' میں ہے:

'' **استکرهت امرأة علیٰ عهد رسول الله ﷺ فدرء رسول الله ﷺ عنها الحد و اقامه علی الذی اصابها.**'' [**سنن الترمذی، ابواب الحدود، باب ماجآء فی المرأة اذا استکرهت علی الزنا**]

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ایک عورت کے ساتھ زبردستی زنا کیا گیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس عورت پر حد قائم نہیں کیا اور اس پر حد قائم کیا جس نے اس عورت سے زنا کیا تھا۔''

گو یہ حدیث باعتبارِ اسناد غریب ہے اور اس کی اسناد بھی متصل نہیں۔ لیکن نفس مسئلہ میں اہل علم کا اتفاق ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں:

''**والعمل علی هذا الحدیث عند اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغیرهم ان لیس علی المستکره.**''[حوالہ مذکور]

ترجمہ: ''علماء صحابہ رضوان اللہ علیہم وغیر ہم کا اس حدیث پر عمل ہے کہ جس پر زبردستی کی جائے اس پر حد نہیں۔''

''**موطاء امام مالک**'' میں ہے:

'' **انّ ابا بکر الصدیق اتیٰ برجل قد وقع علیٰ جاریة بکر فاحبلها ثمّ اعترف علیٰ نفسهٖ بالزنا و لم یکن احصن فامر بهٖ ابوبکر فجلد الحدّ ثمّ نفی الیٰ فدک.**''[موطاء امام مالک، کتاب الحدود، باب ماجآء فیمن اعترف علیٰ نفسهٖ بالزنا]

ترجمہ: ''سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے ایک کنواری لونڈی کو حاملہ کر دیا تھا پھر اس سے اپنے زنا کا اقرار کیا، وہ غیر محصن تھا، لہٰذا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے کوڑے مارنے کا حکم دیا اور فدک کی طرف نکال دیا۔''

اس اثر کے الفاظ کو بخوبی ملاحظہ کرنے سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ زنا کا یہ صدور اس لونڈی کے ساتھ بالجبر کیا گیا تھا، اسی لیے سیدنا ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس لونڈی سے کچھ تعرض نہ کیا۔ ایک دوسرے اثر سے یہ معاملہ مزید واضح ہو جاتا ہے:

''**عن نافع ان عبداً کان یقوم علیٰ رقیق الخمس و انّه استکره جاریة من تلک الرقیق فوقع بها فجلده عمر بن الخطاب ونفاه ولم یجلد الولیدة لانّه استکرهها.**''[موطاء امام مالک، کتاب الحدود، باب جامع ماجآء فی حد الزنا]

ترجمہ: ''نافع سے روایت ہے کہ ایک غلام ان غلام ولونڈیوں پر مقرر تھا جو خمس میں آتی تھیں، اس نے انہیں غلام لونڈیوں میں ایک سے زنا بالجبر کیا، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کو کوڑے مارے اور نکال دیا اور لونڈی کو نہ مارا کیونکہ اس پر جبر ہوا تھا۔''

مرد سے جبر کا امکان:

یہاں ایک اہم اختلاف اس امر میں ہے کہ آیا مرد کے معاملے میں بھی بالجبر کا عذر لائق تسلیم ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس کی حیثیت ایک طرح سے فاعل

کی ہے اور بقول امام زُفر: ''چونکہ یہ فعل بغیر انتشار عضو کے ممکن نہیں اور انتشارِ عضو بغیر اپنی شہوت کے ممکن نہیں، اسی لیے اسے معاف نہیں کیا جا سکتا۔'' [عین الہدایہ اردو شرح ہدایہ: ۵۴۸/۲] لیکن انتشارِ عضو بے شک شہوت کی دلیل ہو، رضا ورغبت کی دلیل ہرگز نہیں ہوسکتی، اور اب یہ امر محتاج ثبوت نہیں رہا، لہٰذا مرد سے بھی زنا بالجبر ممکن ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق اگر مرد کو حاکم وقت (اولی الامر) نے زنا پر مجبور کیا ہو تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔ [فتاویٰ عالمگیری: ۲۶۷/۳]

''فتاویٰ عالمگیری'' میں ''سراج وہاج'' کے حوالے سے لکھا ہے:

''اگر قصور از جانب عورت ہو تو اسی سے حد ساقط ہوگی اور مرد سے ساقط نہ ہو جیسے ایسی صغیرہ سے جو قابل جماع ہے یا مجنونہ یا مکرہہ یا نائمہ سے زنا کیا تو عورت سے ساقط اور محدود ہوگا اور اگر قصور از جانب مرد ہو تو حد دونوں سے ساقط ہوگی۔'' [فتاویٰ عالمگیری: ۲۶۷/۳]

''ہدایہ'' میں اس کی تشریح امام محمد کے اس قول سے ہوتی ہے:

''زنا کے معاملہ میں مرد کا فعل اصل ہے اور عورت اس کی تابع ہے، اس لیے جب اصل پر حد واجب نہ ہوگی تو تابع پر بھی واجب نہ ہوگی اس کے برخلاف اگر تابع پر حد واجب نہ ہوگی تو اس کا مطلب یہ نہ ہوگا کہ اصل پر بھی ممکن نہیں ہے۔'' [اسلامی قوانین ۱۹۷۹ء: ۶۴]

لیکن ہمارے نزدیک یہ اصول بایں وجہ درست نہیں کہ جہاں انسان نے ارتقاء کے منازل طے کیے ہیں، وہیں اس کی فطری رذالت وضلالت نے بھی اپنی تسکین کے لیے نت نئے طریقے وضع کر لیے ہیں، لہٰذا زنا بالجبر میں ایسی صورت بھی ممکن ہے کہ جس میں عورت جابر ہو اور مرد مجبور۔ بھلا ایسی صورت میں عورت سے حد کا وجوب کس طرح ساقط کیا جا سکتا ہے؟

زنا بالجبر کے شواہد وقرائن:

چونکہ برضا ورغبت افرادِ مرد وزن کا اس ''سوءِ عمل'' کا ارتکاب کرنا ایک دوسری نوعیت ہے، اور بالجبر کسی کو نشانہ بنانا ایک دوسری نوعیت۔ اخلاقی طور پر جب کوئی سلیم الطبع وسلیم الفطرت شخص ایسے افعال جائز طریقے ہی سے انجام دیتا ہے تو دوسری نگاہوں سے پردہ ضروری سمجھتا ہے۔ پھر جو شخص غیر قانونی وغیر شرعی طور پر کسی کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا رہا ہو تو وہ اس امر کو کس طرح نظر انداز کر سکتا ہے۔ ایسے میں نشانہ جبر بننے والے سے چار چشم دید گواہوں کا مطالبہ اور مستزاد یہ کہ گواہوں نے ''حتیٰ غاب ذٰلک منک فی ذٰلک منها'' تک کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو، کس طرح جائز و درست ہوسکتا ہے؟ ______ ایسے موقعے کے لیے گواہوں پر اصرار گویا معاشرے سے اصلاح کا خاتمہ کر دینے کے مترادف ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام کی فطری تعلیم ایسے مواقع پر محض گواہوں پر اصرار نہیں کرتی۔

حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء کے ایکٹ کے مطابق زنا بالجبر کے لیے بھی چار گواہوں کی شرط موجود تھی جو ظاہر اس قانون کا سقم ہے، کیونکہ شریعت اسلامی ایسے مواقع پر محض گواہان کی موجودگی ہی پر اصرار نہیں کرتی بلکہ قرائن وآثار کو بھی لائق اعتنا سمجھتی ہے۔ اس کے شواہد احادیث وآثار میں موجود ہیں۔

چنانچہ سنن ابی داؤد کی ایک حدیث کے مطابق عہدِ رسالت مآب ﷺ میں ایک عورت نماز کے لیے نکلی اسے ایک مرد ملا جس نے اس کے ساتھ زیادتی کی وہ عورت چلائی تاہم مرد بھاگ نکلا۔ اس وقت ایک شخص اس عورت کے سامنے سے گزرا۔ اس عورت نے کہا کہ یہی شخص ہے جس نے مجھ سے زیادتی کا ارتکاب کیا ہے۔ اسی وقت مہاجرین کی ایک جماعت بھی آ گئی۔ عورت کی نشاندہی پر اس شخص کو پکڑ لیا گیا اور اس طرح یہ مقدمہ دربارِ رسالت ﷺ میں پیش ہوا۔ آپ ﷺ نے اس شخص پر حد جاری کرنے کا حکم دیا یہ سن کر وہ شخص جس نے زیادتی کا ارتکاب کیا تھا کھڑا ہو گیا اور اپنے جرم کو قبول کیا۔ آپ ﷺ نے اس عورت کو جانے کے لیے کہا کیونکہ اس نے یہ فعل اپنی مرضی سے نہیں کیا تھا۔ بعض روایتوں کے مطابق اس مرد کو رجم کیا گیا کیونکہ وہ محصن تھا۔ یہ روایت سنن ابوداؤد، سنن ترمذی اور سنن نسائی میں موجود ہے۔

اسی طرح ''سنن البیہقی''، ''مصنف ابن ابی شیبہ''، ''مصنف عبدالرزاق'' اور ''شرح السنۃ للبغوی'' میں عہدِ فاروقی کا ایک واقعہ موجود ہے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ صرف قرائن وآثار کی روشنی میں بھی زانی بالجبر سزا کا مستحق بن جاتا ہے۔ واقعہ کچھ اس طرح ہے:

قبیلہ ہذیل کے لوگوں کے پاس ایک مہمان آیا۔لکڑیاں اکٹھی کرنے کے لیے انہوں نے اپنی ایک لونڈی بھیجی۔مہمان اس پر فریفتہ ہوگیا اور اسے برائی پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔عورت کے انکار پر اس نے دست درازی شروع کر دی۔کچھ دیر لڑائی جاری رہی کہ اسی اثنا میں وہ عورت پیچھے ہٹی اور ایک وزنی پتھر اسے دے مارا۔پتھر نے اس کے جگر کے ٹکرے کر دیے اور وہ مر گیا۔پھر وہ عورت اپنے گھر والوں کے پاس آئی اور سارا ماجرا سنایا۔اس کے گھر والے دربارِ فاروقی میں حاضر ہوئے اور صورتحال سے آگاہ کیا۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تفتیش کے لیے کسی کو بھیجا، تو ان دونوں کے نشانات حسب بیان مبینہ مقام پر پائے گئے۔جس پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ دیا:

”ذاک قتیل اللہ ، واللہ لا یؤدی أبداً.“[السنن الکبریٰ للبیھقی: ۳۳۷/۸]

”وہ اللہ تعالیٰ کا مارا ہوا ہے۔اللہ کی قسم اس کی دیت کبھی ادا نہ کی جائے گی۔“

ان روایات سے واضح ہوتا ہے کہ جس کے ساتھ زنا بالجبر ہوا ہے اس سے محض گواہوں کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا بلکہ اس ضمن میں قرائن و آثار بھی قوی شہادت کا درجہ رکھتے ہیں۔اگر کوئی اپنی عزت و عصمت کی حفاظت کرتے ہوئے جبر کرنے والے کو قتل بھی کر دے تو اس سے قصاص طلب نہیں کیا جائے گا۔تاہم یہ بھی پیشِ نظر رہے کہ کسی کا محض دعویٰ دلیل نہیں بن سکتا دعوے کے ساتھ کسی چشم دید گواہی یا قوی قرینے کا ہونا ضروری ہے۔

زنا بالجبر کی سزا:

جس طرح اسلام نے زنا بالرضا میں کنوارے اور شادی شدہ کے باریک لیکن نہایت اہم فرق کو ملحوظ رکھا بعینہٖ اسلام کی فطری تعلیمات نے زنا بالرضا اور زنا بالجبر کے فرق کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔

قابل غور امر یہ ہے کہ زنا بالرضا میں دو انسانی وجود باہم رضامندی سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حدود کو پامال کرتے ہیں جبکہ بالجبر زنا کرنے والا نہ صرف حدود اللہ کو پامال کرتا ہے بلکہ حقوق العباد کی حق تلفی کا بھی مرتکب ہوتا ہے۔لہٰذا یہ دونوں جرم کیفیت اور نتائج میں یکساں کیسے ہو سکتے ہیں۔

قرآن پاک میں زنا بالرضا کے لیے چار گواہوں کی شرط لازم قرار دی گئی ہے جبکہ زنا بالجبر کے لیے آیتِ محاربہ سے استدلال زیادہ مناسب ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربّانی ہے:

﴿ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ط ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾[المائدۃ:۳۳]

ترجمہ:”ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرنے میں لگے ہوئے ہیں بس یہ ہے کہ قتل کیے جائیں یا سولی پر لٹکائے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں بے ترتیب کاٹ دیے جائیں۔ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں دردناک عذاب۔“

مذکورہ بالا آیت میں فساد فی الارض کے ضمن میں سرقہ بالجبر کا ذکر نہیں تاہم فقہاء نے اس کا شمار حرابہ میں کیا ہے کیونکہ حصولِ مال کے لیے جبر و تشدد کی راہ اختیار کرتے ہوئے قوت و طاقت کا استعمال جرم کی نوعیت تبدیل کر دیتا ہے اور بجائے حدِ سرقہ کے اس جرم کا شمار حرابہ میں ہوتا ہے۔زنا بالجبر کی بھی یہی نوعیت ہے۔قرآن کریم میں نسل کی بربادی کو فساد فی الارض ہی کے ضمن میں شمار کیا گیا ہے۔ملاحظہ ہو:

﴿ وَ اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَ يُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ ط وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴾[البقرۃ:۲۰۵]

ترجمہ:”اور جب وہ تمہارے پاس سے جاتے ہیں تو ان کی کوشش زمین میں فساد برپا کرنے اور کھیتی اور نسل کو تباہ کرنے کے لیے ہوتی ہے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔“

ایک شخص بالخصوص ایک عورت کے لیے عزت سے زیادہ قیمتی چیز کوئی نہیں ہوسکتی ہے کسی عورت کی عزت کا برباد کرنا مال و زر کے لوٹنے سے کہیں زیادہ قبیح فعل ہے۔کسی کا مال لوٹ لینا اگر محاربہ میں شامل ہے تو کسی کی عصمت دری بدرجۂ اولیٰ مجرم کو محارب ثابت کرنے لیے کافی ہے۔

محارب کی لازمی سزا موت ہے۔ کیونکہ وہ زمین پر فساد فی الارض کا مرتکب ہوا ہے۔ جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ فعل ہے۔فتنہ وفساد کے لیے حکم قرآنی کی اس حکمت کو نہیں بھولنا چاہیے کہ:﴿ اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتَلِ ﴾

پھر یہ بھی خیال رہے کہ زنا بالجبر اسلامی قانون کی رُو سے صرف فوجداری جرم نہیں بلکہ دیوانی جرم بھی ہے شریعت میں کسی شخص کا جسم اس کی ملکیت ہے اور اس کی ملکیت کو نقصان پہنچانے والے پر لازم ہے کہ اس کا ازالہ کرے۔ مثلاً کسی انسان کی آنکھ یا دیگر اعضاء کو اگر کوئی غیر قانونی طریقے سے نقصان پہنچاتا ہے تو اس پر دیت لازم ہوگی۔ اسی طرح جنسی اعظاء کو نقصان پہنچانے والا بھی مجروح کو جرمانہ ادا کرنے کا پابند ہوگا۔ **هذا ما عندی و العلم عندالله.**

www.darulahsan.co.cc